

قال الله عز وجل:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُجَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

سورة المائدة: 33

وقال النبي ﷺ

إنما أهلك من كان قبلكم بأنه إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف قطعوه

## اہم نکات خطبہ

① مقاصد شریعت اور امن عامہ کا قیام۔ ② حدود و تعزیرات کی تعریف و اقسام۔

③ تعزیرات کا انفرادی و اجتماعی فائدہ۔ ④ بد امنی کی وجوہات۔

تمہید:

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ یہ انتشار اور بد امنی کو سخت ناپسندیدہ قرار دیتا اور اس کے برعکس قیام امن کے لئے بہت سے اقدام اٹھاتا ہے۔ یہ انتشار اور بد امنی کی طرف لے جانے والے ہر ذریعہ کا سد باب کرتا ہے۔ زمین میں فتنہ و فساد کو قتل و غارت سے بھی بڑا جرم قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے حدود اور تعزیرات جیسی سزائیں ایسے ہی جرائم کے لئے مقرر کی ہیں۔ جو جرائم جس قدر زیادہ سنگین ہیں اور جن کی کوکھ سے مزید ایسے جرائم جنم لیتے ہیں جو نہ صرف اداروں بلکہ معاشروں اور ریاست تک کو عدم استحکام، بد امنی اور فتنہ و فساد سے دوچار کر دیتے ہیں۔ اگر ان جرائم پر سخت نوٹس اور بروقت کارروائی نہ کی جائے تو یہ جرائم پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے کر فتنہ و فساد کا ایسا ناسور بن جاتے ہیں جن کی اصلاح ممکن ہی نہیں، جس کی بنا پر معاشرے میں افراد کے بنیادی حقوق معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کسی بھی

انسان کا دین، جان، مال اور عزت و آبرو تک محفوظ نہیں رہتے۔ ڈاکہ زنی، چوری اور کسی کی عزت اچھالنے جیسے جرائم معاشرے میں راہ پاتے ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرہ بد امنی اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ پورے معاشرے اور خود ریاست کا امن تباہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان جرائم سے نہ صرف معاشرتی بد امنی پیدا ہوتی ہے بلکہ معاشی بد حالی کے ساتھ ساتھ سیاسی انتشار بھی جنم لیتا ہے پھر امن و امان نام کی کوئی چیز بھی ریاست اور معاشرے میں نظر نہیں آتی۔

حدود کی شکل میں اس بد امنی اور فتنہ و فساد کا تیر بہدف نسخہ اور شافی علاج بھی تجویز فرمایا ہے۔ جن کی بدولت نہ صرف معاشرتی بد امنی کا خاتمہ ہو سکتا ہے بلکہ معاشی بد حالی اور سیاسی انتشار اور حکومتی عدم استحکام کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے۔ حدود الہی کے قیام اور نفاذ کے نتیجے میں ہر وہ جرم جو بد امنی کا ذریعہ بن سکتا ہے خواہ وہ ڈاکہ چوری ہو یا قتل و غارت گری، زنا و قذف ہو یا فساد نسل و حرث ہو، سارے جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن کر فلاح و صلاح کی راہ پر گامزن بھی ہو جائے گا۔

### مقاصد شریعت اور امن عامہ کا قیام:

حدود و تعزیرات کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد امن عامہ کا قیام ہے۔ اسلام ایک پر امن معاشرے کا قیام چاہتا ہے اور اس کے لیے قانون سازی بھی کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب جرم و سزائیں توازن ہوگا، مجرم کو سزا عام سزا دی جائے گی تو امن عامہ کا قیام خود بخود ممکن ہو جائے گا اور معاشرے میں امن و آشتی کا دور دورہ ہوگا۔

اسلام نے باقی جرائم کے بجائے خود محاربہ اور فساد فی الارض کو قابل حد جرم قرار دیا ہے یعنی جو کوئی گروہ اپنے ظلم و عدوان سے زمین میں فساد و فتنہ کے بیج بو رہا ہوگا، اسلام کا نظام حدود و تعزیرات اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے گا۔ اور اس طرح سے امن عامہ کا قیام ممکن ہی نہیں یقینی بھی ہو جائے گا اور تادیر قائم و دائم بھی رہے گا۔ کیونکہ جب اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ عمل میں آجاتا ہے تو اس کی پرتا شیر قوت اور برکت سے تمام بد امنی اور لاقانونیت رفو چکر ہو کر امن اور قانون میں بدل جاتی ہے۔

”اسلام یہ چاہتا ہے کہ جس ملک میں اس کا پرچم لہرا رہا ہو وہاں امن ہو، سکون ہو، محبت ہو، پیار ہو تا کہ وہاں کے بسنے والے اپنی صلاحیتوں کو نیکی اور اصلاحی سرگرمیوں میں خرچ کر سکیں۔ تعمیری کاموں کے لیے ان کے پاس وقت کی قلت نہ ہو۔ عداوت، حسد، منافرت کے شعلے ان کے خرمن عافیت کو جلا کر خاکستر نہ کرتے رہیں۔ اس لیے اس نے انسداد جرائم کی ادھوری اور غیر موثر کوشش نہیں کی بلکہ ایک جامع منصوبہ بنایا ہے جس پر عمل کرنے سے سوسائٹی ان جرائم سے محفوظ رہ سکتی ہے۔“

## حدود و تعزیرات کی تعریف و اقسام

حدود:

حد کی جمع حدود ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں چودہ مقامات پر آیا ہے:

حد، وہ خط ہے جو دو چیزوں کے درمیان حد فاصل قائم کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے ملنے سے روکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ حد لگا دی یعنی خط کھینچ دیا تا کہ تمیز ہو سکے۔ گھر کی حد جو اسے دوسرے گھر سے علیحدہ کرتی ہے، وہ اس کا خط ہوتا ہے۔“

قرآن و سنت کے عمیق مطالعے سے حد کی اصطلاحی تعریف یوں بنتی ہے:

”کسی جرم کی وہ سزا جو قرآن و سنت میں متعین کر دی گئی ہو، اس میں کمی و بیشی کا اختیار پیغمبر ﷺ کو تھا، نہ ہی حاکم وقت یا قاضی وقت کو ہے۔“

یہ تعریف رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے ہی ماخوذ ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، ایک مخزومیہ عورت لوگوں سے کچھ چیزیں اُدھار لے لیا کرتی تھی، پھر واپس دینے سے انکار کر دیتی تھی، تو رسول اکرم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا، اس عورت کے گھر والے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس سفارش کے لے آئے، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس عورت کی سفارش کی تو رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصے سے تمنا اٹھا آپ ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تشفع فی حد من حدود اللہ

”تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو۔“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

إنما أهلك من كان قبلكم بأنه إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق

فيهم الضعيف قطعوه والذي نفسي بيده لو كانت فاطمة بنت محمد

لقطع يدها

”بے شک تم سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) صرف اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی سردار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی غریب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر (مخزومیہ کی جگہ) میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔“

صحیح البخاری، الحدود، باب کراہیۃ الشفاعة فی الحد إذا رفع الی السلطان، ح 6788

حدیث میں جہاں بھی لفظ حد استعمال ہوا، اکثر و بیشتر کسی جرم کی سزا کے لئے ہی استعمال

ہوا ہے۔

حدود کی تعداد:

قرآن و سنت میں جن جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

① زنا ② قذف (جھوٹی تہمت) ③ چوری ④ خمر (شراب) ⑤ ڈاکہ (حراہہ)

⑥ ارتداد (اسلام سے مرتد ہونا)

قتل نفس کو اس لئے حدود اللہ میں شامل نہیں کیا گیا کیونکہ وہ بندے کا بندے پر حق ہے اور

اس کے لئے قرآن و سنت میں قصاص و دیت کا پورا قانون موجود ہے۔

حدود میں سے صرف حالات کے پیش نظر صرف ”حد زنا“ کو بیان کیا جا رہا ہے۔

حد زنا:

اس بارے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الرَّائِيَّةُ وَالزَّانِيَةُ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَلَيْشَهِدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾

”زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین میں (دونوں سزا دینے میں) تمہیں کسی قسم کی نرمی دامن گیر نہ ہو اور ان دونوں کی سزا کا مشاہدہ مومنین کی ایک جماعت ضرور کرے“ (النور: ۲)

یہ سزا غیر شادی شدہ مردوزن کے لئے ہے اور شادی شدہ مردوزن کے لئے رجم (سنگسار کرنا) کی سزا حدیث رسول ﷺ میں متعین کر دی گئی ہے: رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: خذوا عني، خذوا عني، قد جعل الله لهن سبيلا؛ البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام، والثيب بالثيب جلد مائة والرجم

”مجھ سے احکامات حاصل کرو۔۔۔ مجھ سے احکامات حاصل کرو۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورتوں کے لئے راستہ مہیا کر دیا ہے۔ غیر شادی شدہ زانیوں (مردوزن) کے لئے سزا سو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ مردوزن کے لئے سو سو کوڑے اور رجم ہے“

صحیح مسلم، الحدود، باب حد الزانی، ح 1690

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وہ بلیغ خطبہ نقل ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، ان پر قرآن

نازل کیا اور اس قرآن میں آیت رجم بھی تھی، ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کیا، رسول اکرم ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کئے، مجھے خطرہ ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ کہیں گے ہم رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس وہ اللہ کے اس فرض کو ترک کر کے گمراہ ہوں گے، پس شادی شدہ مرد و زن پر اگر وہ زنا کے مرتکب ہوں رجم برحق ہے، جب اس پر شہادت ثابت ہو جائے، حمل ثابت ہو یا مجرم خود اعتراف کریں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن میں اضافہ کر دیا تو اسے ضرور (سورہ احزاب میں) لکھوا دیتا۔ (بخاری: ۶۸۲۹)“

### تعزیر کی تعریف:

### لغوی تعریف:

تعزیر کا لغوی معنی ہے روکنا، منع کرنا اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنا، کہا جاتا ہے، عز رہ لامہ، ای اعانہ یعنی اس نے اپنی ماں کی مدد کی اور عز رہ عن کذا ہو تو منع کرنا اور روکنا مراد ہوتا ہے۔

التعزیر النصرۃ مع التعظیم

کسی کی عظمت کے پیش نظر اس کی مدد کرنا۔

(المفردات، ص: 333)

### اصطلاحی مفہوم:

والتعزیر ضرب دون الحد فان ذلك تادیب والتادیب نصرۃ معہ

”تعزیر کا معنی وہ سزا ہے جو حد سے کم تر ہوتی ہے اور یہ دراصل تادیب ہوتی ہے اور

تادیب درحقیقت کسی کی برائی سے روکنے پر مدد ہوتی ہے۔“

(المفردات، ص: 333)

یاتی التعزیر بمعنی التعظیم والنصرۃ: ومن ذلك قول الله ﷻ لَتُؤْمِنُوا

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷻ وَتُعْزَّرُونَ ﷻ ای تعظموہ و تنصروہ

”تعزیر میں تعظیم اور نصرت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ ”تم اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو“ یعنی تم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالاؤ اور اس کی مدد بھی کرو۔“

(فقہ السنۃ، ص 497 ج 2)

شریعت میں اس کا مقصد اور تعریف یوں بنتی ہے:

التأديب على ذنب أي أنه عقوبة تأديبه يفرض الحاكم على جنایة او

معصية لم يعين الشرع لها عقوبة

(فقہ النسبة: ص 497 ج 2)

مذکورہ بالا تمام بحث سے تعزیر کی جو تعریف سامنے آتی ہے وہ اس طرح ہے۔ جہاں تعزیر کا معنی کسی کو ملامت کرنا، زجر و توبیخ کرنا اور اصلاح کے لئے سزا دینا ہے وہاں تعزیر کا معنی کسی کی پشت پناہی اور اس کی مدد اور نصرت بھی ہے۔ یہ اصول ہمیشہ سے مسلمہ ہے کہ تادیب اس سزا کو کہا جاتا ہے جو کسی کی اصلاح کے لئے دی جائے۔ ہمارے گھروں اور تعلیمی اداروں میں ہر جگہ رائج ہے۔ حتیٰ کہ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جو تادیب کا انکار ہی ہو۔ انگریزی محاورہ ہے:

”Spare The rod spoil the Child“

(یعنی جہاں بچے کو تادیب نہ کی جائے، وہاں اس کی اصلاح نہیں ہوگی)

تعزیرات کا انفرادی و اجتماعی فائدہ:

یہ فرد اور معاشرے دونوں کی پشت پناہی ہے۔ فرد کی اس اعتبار سے کہ تادیب میں اصلاح کا پہلو ہے اور معاشرے کی اس اعتبار سے کہ وہ امن و امان کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ تعزیر کسی جرم کی وہ سزا ہے جسے شریعت نے پیغمبر ﷺ، حاکم وقت یا قاضی وقت کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہو۔ اس سزا میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔

تعزیر اکتنی سزا دی جاسکتی ہے:

① رسول اکرم ﷺ نے تعزیر کے متعلق دس کوڑوں تک کی سزا رکھی ہے۔

ہانی ﷺ سے روایت ہے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لا تجلدوا فوق عشرة اسواط الا في حدمن حدود الله تعالى

”اللہ کی حدود کے علاوہ دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دو۔“

صحیح البخاری، المحاربین۔۔ باب کم التعزیر، ح 6850

② بہز بن حکیم اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلاً فی تہمة))

”رسول اکرم ﷺ نے تہمت کی بنا پر ایک آدمی کو قید کیا۔“ (احتیاط کے طور پر ایسا

کیا تاکہ حقیقت حال معلوم ہو سکے۔)

حسن: سنن ابی داؤد، الاقصیۃ، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ، ح 3630

③ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے:

كان يعذر و يودب بحلق الراس والنفي والضرب، كما كان يحرق

حوانیت الخمارین والقربة التي يباع فيها الخمر و حرق قصر سعد بن

ابی وقاص بالكوفة، لما احتجب فيه للسجن و ضرب النائحة حتى بدا

شعرها

”وہ تعزیر اور تادیب کرتے تھے، کسی کا سر منڈا کر، کسی کو جلا وطن کر کے اور کسی کو مار

پیٹ کر، آپ نے شراب بیچنے والوں کی دکانیں جلا دیں، وہ بستی جس میں شراب

بیچی جاتی تھی اسے آگ لگا دی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں

محل جلا دیا، جب انہوں نے محل کے دروازوں پر دربان بٹھا دیئے اور رعیت کو ملنا

چھوڑ دیا، وہ اکثر ہاتھ میں درہ پکڑے رہتے تھے، جو اس کا مستحق ہوتا تھا اسے لگا

دیتے تھے، آپ نے ایک قید خانہ بھی بنایا تھا، آپ نے نوحہ کرنے والی عورت کو اتنا

پیٹا کہ اس کے سر کے بال ننگے ہو گئے۔“

(فقہ السنہ: ص 497-498، ج 2)



”تعزیر معمولی سے معمولی سزاؤں مثلاً نصیحت، سخت نظروں سے دیکھنا، یا کسی سے توجہ ہٹا لیتا سے شروع ہو کر سخت ترین سزاؤں جیسے قید، کوڑے لگانا بلکہ انتہائی گھناؤنے جرم میں قتل کی سزا تک بھی جا پہنچتی ہے جبکہ مصلحت عامہ کا تقاضا یہی ہو اور مجرم کے فساد کو سوائے قتل کے کوئی سزا کم نہ کر سکے (اس وقت یہ لازمی ہوتی ہے) جیسے سرکش مجرم، جاسوس، نت نئے جرائم ایجاد کرنے والے۔ اس سزا کا اختیار قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ مجرم کو اس کے اصلاح احوال کے مطابق سزا دے اور اسلامی حاکم کو ایسے قوانین (By Laws) بنانے کی اجازت ہے جو جرائم کو ختم کرنے کے لئے تعزیر کی صورت میں نافذ ہو سکتے ہیں۔“  
(تذکر حدود اللہ: ص 18-19)

## بدامنی کی وجوہات

بدامنی کی سب سے بڑی، اہم اور بنیادی وجہ جرائم اور پھر ان جرائم کرنے والوں کو سزا نہ دینا ہے۔ یہاں ہم صرف دو جرائم اور ان کے نقصانات کا جائزہ لیتے ہیں، پھر اس بارے اسلام کی کوششوں کو بیان کریں گے۔

### ① چوری:

”آج چوری نے شریف شہریوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں افراد آج اس کی وجہ سے تباہ ہوئے جاتے ہیں۔ بسوں میں سفر کرنا دشوار ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنے جائیں تو رکوع و سجود اور امام کی قراءت سننے کی بجائے اپنے جوتوں پر نگاہ رکھیے۔ اگر ذرا سی غفلت ہو جائے تو پھر ننگے پاؤں سڑکوں پر مارے مارے پھرنا پڑتا ہے۔ غرضیکہ نہ بازار محفوظ ہیں نہ مکان۔ نہ ریلیں محفوظ ہیں نہ بسیں۔ ہر جگہ چوراچکوں اور اٹھائی گیروں کا راج ہے۔ لیکن جب حدود کا نفاذ کر دیا جاتا ہے تو امن و امان قائم ہو جاتا ہے۔ سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں دکاندار لاکھوں روپے کا مال یونہی چھوڑ کر نماز پڑھنے یا دوسری ضروریات کے لیے چلے جاتے ہیں۔“

اس ایک جرم، چوری کی وجہ سے معاشرے کا ہر فرد ہر جگہ پریشان نظر آتا ہے، نہ تو وہ مسجد میں سکون سے عبادت کر سکتا ہے، نہ سفر کر سکتا ہے، نہ رات کو چین کی نیند سو سکتا ہے۔ اس کا علاج ایک ہی ہے کہ قانونِ الہی کو نافذ کر دیا جائے تاکہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور اہل زمین سکون سے رہ سکیں۔ یہ روئے زمین نہایت خوبصورت ہے لیکن فتنہ و فساد نے ہمیشہ اس کو تاخت و تاراج کیا ہے۔ جب بھی یہ زمین فساد کا شکار ہوئی اور اس کے باشندوں نے الہامی تعلیمات کی پرواہ نہ کی تو وہ لازماً کسی سماوی آفت میں مبتلا ہوئے، لہذا اس زمین کی رونق برقرار رکھنے اور فتنہ و فساد کی سرکوبی کرنے اور امن و امان کی فضا قائم کرنے کی واحد صورت یہی ہے کہ ان حدود و تعزیرات کو نافذ کر دیا جائے، جس سے فتن کی سرکوبی اور معاشرتی و ریاستی امن کی بحالی یقینی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امن و سکون کے قیام کے لیے چوری کی بہت سخت سزا رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنْ  
اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

سورة المائدة: 38

”چوری کرنے والا مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت اور حکمت والا ہے۔“

”اسلامی قانون میں سزا کے نفاذ سے جو غرض وابستہ ہے وہ یہ ہے کہ معاشرے میں رذائل کو مستحکم نہ ہونے دیا جائے۔ اسلام میں نہ ضرر پہنچانے کا تصور ہے اور نہ ہی ضرر برداشت کرنے کی گنجائش۔ قرآن کریم کی رو سے فساد فی الارض ممنوع ہے۔ قرآن و سنت نے جن سزاؤں کو مقرر فرمایا ہے ان سے بندوں کی یہی مصلحت مقصود ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیل سکے اور امن کا قیام ہو سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار اور ارادہ کی قوت عطا فرمائی ہے، اس میں عدم توازن کی وجہ سے دنیا میں فساد رونما ہوتا ہے اور ملائکہ کے وہ تحفظات سچ ثابت ہوتے ہیں جو انہوں نے تخلیق آدم کے وقت بارگاہِ الہی میں پیش کیے تھے۔ انسان خود اگر اس فساد پر قابو پانے کے لیے اٹھ

کھڑا ہوگا تو ایک کے سد باب سے دس کی راہ نکلے گی، لہذا انسانی فسادات و فتن کی بروقت اور کما حقہ بیخ کنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن انتظام سے حدود کی سزائیں مقرر کر دیں جو امن کی یقینی ضامن ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار کی جو نعمت عطا فرمائی ہے، وہ اس دنیا میں جہاں اس کے لیے بڑا شرف ہے، وہاں اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ اس کے سوائے استعمال سے اکثر اوقات اس زمین پر فساد پیدا ہو جاتا ہے..... انسانی تاریخ میں اس فساد کا سب سے پہلا مظہر ابو البشر آدم کے بیٹے قابیل کے ہاتھ سے ہوا۔ چنانچہ یہ ضرورت اس کے ساتھ ہی سامنے آگئی کہ انسان کو خود انسان کے اس شر سے بچانے کے لیے کوئی تدبیر ہونی چاہیے، لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی وساطت سے انسان کو اپنی شریعت دی جس میں زندگی کے دوسرے معاملات کے علاوہ جان، مال، آبرو اور نظم اجتماعی سے متعلق چند بڑے جرائم کی سزائیں خود مقرر کر دیں تاکہ اس فساد کا سد باب کیا جاسکے۔“

## ② فتنہ و فساد:

جرائم کی ایک قسم وہ ہے جس سے پیدا ہونے والا فساد ایک فرد یا چند افراد سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ اپنے دائرہ اثر سے وہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، تاہم ایک جرم وہ ہے جس سے معاشرہ اور حکومت بیک وقت متاثر ہوتے ہیں اور حاکم و محکوم کو اس سے یکساں اذیت اٹھانا پڑتی ہے۔ اپنے نتائج و عواقب کے اعتبار سے یہ نہایت قبیح اور گھناؤنا جرم ہے، اس سے پیدا ہونے والا فساد پوری ریاست کو خراب کرتا ہے، اس فتنے کی سرکوبی کے لیے شریعت اسلامیہ نے محاربہ کی سزا رکھی ہے جو امن عامہ کو برباد کرنے والوں کا بہترین علاج ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّمَا جَزَاُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

## عَذَابٌ عَظِيمٌ

”ان کی سزا، جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں،  
بھی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان  
کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی  
دنیاوی ذلت و خواری اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

انسان کی فطری بے اعتدالیوں اور طبعی کمزوریوں کی وجہ سے زمین میں فتنہ فساد پیدا ہو جاتا  
ہے، انسان کے ارادہ و اختیار کے سوائے استعمال ہی سے امن و امان برباد ہوا ہے اگر اس فتنے کی  
بیخ کنی اور امن کی بحالی مقصود ہے تو یہ تنفیذ حدود و تعزیرات ہی سے ممکن ہو سکتی ہے کیونکہ اسلام  
دین فطرت ہے اس کے قوانین ہی انسان کی فطری لغزشوں اور طبعی بے راہ روی کا علاج ہیں۔

حدود و تعزیرات کے عظیم ترین مقاصد میں دوسرا اہم مقصد انسداد جرائم ہے۔ کیونکہ اگر  
معاشرے سے جرم ختم کر دیا جائے تو ایسا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ انسداد جرائم  
کے لیے ضروری ہے کہ جرم و سزا میں توازن ہو۔ متوازن سزا ملنے کے بعد مجرم کبھی بھی دوبارہ اس  
قابل مواخذہ جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ جبکہ غیر اسلامی قوانین میں جرم و سزا کے مابین، بعد  
المشرعین پایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جرم بہت بڑا اور سزا بہت چھوٹی ہوتی ہے اور مجرم سزا  
پانے کے بعد، جرم سے تائب ہونے کے بجائے پہلے سے بڑا مجرم بن جاتا ہے۔ گویا اسلام کے  
نظام حدود و تعزیرات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ ہمہ قسم کے جرائم سے پاک اور پر امن ہو جاتا  
ہے۔

معاشرے میں چند افراد ہی ایسے ہوتے ہیں جنہیں پیشہ ور مجرم کہا جاسکتا ہے۔ معاشرتی  
سطح پر بگاڑ دراصل انھی چند درندہ نما انسانوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اگر انھی مجرمین کو ان  
کے جرم کے مساوی سزادے دی جائے تو گمان غالب یہی ہے کہ وہ تمام زندگی دوبارہ کسی جرم کا  
ارتکاب نہیں کریں گے۔ اس طریق سے گویا چند شر پسند عناصر پر آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔  
”جب کسی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آئندہ وہ اس فعل

شنیع کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ یہ اس کی انفرادی اصلاح ہوئی اور اگر کبھی کسی کے دل میں چوری کا داعیہ بھی پیدا ہوگا تو اسے وہ آدمی ضرور یاد آئے گا جسے اس نے کسی وقت اپنے محلے یا بازار میں دست بردہ دیکھا تھا۔ یہی یاد اور خیال اسے چوری کے ارتکاب سے باز رکھنے کے لیے کافی ہے۔“

انسان میں طبعی کمزوری پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ناپاک عناصر ہمہ وقت کسی غلط منصوبہ بندی میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ یہ معاشرے کا وہ طبقہ ہوتا ہے جو ابھی تک اگرچہ کسی جرم میں باقاعدہ ملوث تو نہیں پایا گیا تاہم جرائم پیشہ افراد کو قانون سے ماورا ندنا تاکہ دیکھ کر انہیں بھی جرم کی شمتی ملے۔ لہذا انھیں اس سے باز رکھنے کے لیے اسلام نے سرعام سزا دینے کی حکمت عملی اپنائی جیسا کہ سزا کی متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلِيُشْهِدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔“

چنانچہ جب کسی مجرم کو سرعام قرار واقعی سزا دے دی جاتی ہے تو جرائم کے لیے تیار افراد کسی غیر قانونی اقدام اور قابل مواخذہ جرم سے حفظ ما تقدم کے طور پر پرہیز کرتے ہیں۔ گویا سزائے حدود ان کے سامنے سد سکندری بن جاتی ہے۔

شرعی سزا کی حکمت و افادیت:

”شریعت نے جرم سے باز رکھنے کے لیے سزا کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔ سزا ایک طرف مجرم کو جرم سے باز رکھنے کا باعث بنتی ہے تو دوسری جانب غیر مجرم کے حق میں تنبیہ کا باعث ہوتی ہے، جو جرم کے بار بار اور مزید واقع ہونے کو روک دیتی ہے۔ لہذا معاشرے کو جرائم سے پاک صاف رکھنے کے لیے شرعی حدود کا نفاذ عقلی اور معاشرتی تقاضا ہے۔

دنیا کے ہر مہذب معاشرے میں جرم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو سزا سنائی جاتی ہے تاکہ جرائم کا انسداد ممکن ہو سکے۔

جبکہ انسداد جرائم کے لیے اسلام نے جو ایک جامع منصوبہ دیا ہے جس میں عملی تدابیر کے

طور پر حدود کی سزائیں بھی شامل ہیں، ان کا نفاذ دنیا میں جہاں بھی ہوا وہاں امن و سلامتی کا دور دورا ہو گیا۔

”اب سوچنا یہ ہے کہ وہ کون سی تدابیر ہیں جن کے ذریعے جرائم کا سد باب ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک تو عمومی تدابیر ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں جرائم کی نفرت اور بھلائیوں کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے اور ان کے ذریعے افراد معاشرہ طبعی نفرت کی بنیاد پر جرائم سے از خود اجتناب کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔

دوسری وہ خصوصی تدابیر ہیں جن کا تعلق خاص جرائم کے انسداد سے ہے۔ جرائم کی انسدادی تدابیر میں حدود و تعزیرات کا مؤثر نفاذ شامل ہے۔

قیام امن کے لیے اسلامی تعلیمات اور حدود الہی کا نفاذ ضروری ہے:

دنیا میں جہاں جہاں اسلامی تعلیمات پر مبنی حدود و تعزیرات کا قانون نافذ کیا گیا وہاں جرائم کی شرح قریباً نہ ہونے کے برابر ہے اور جہاں ان فطری قوانین حدود سے بے اعتنائی کی گئی ہے وہاں ہزار کوششوں کے باوجود بھی جرائم ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ خود ہمارے زمانے میں اسلامی دنیا اور مغربی دنیا میں جرائم کی شرح اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

”ایسے اسلامی معاشرے میں جرائم کی شرح بہت کم ہوتی ہے جس میں اسلامی احکام اور حدود قصاص نافذ ہوں۔ خلفائے راشدین کے پورے عہد میں چوری کی سزا صرف چھ دفعہ نافذ کی گئی۔ الحمد للہ سعودی عرب میں اسلامی شریعت کے مطابق حدود و قصاص اور دوسرے احکام جاری ہیں۔ جس کی وجہ سے سعودی معاشرہ بڑی حد تک برائیوں سے پاک ہے۔ اگر ہم جرائم کے سلسلے میں مختلف ممالک سے شائع ہونے والی رپورٹ اور اعداد و شمار کا جائزہ لیں اور سعودی عرب میں واقع ہونے والے جرائم کا یورپ کے ممالک سے موازنہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان ممالک کے مقابلہ میں سعودی عرب میں جرائم کا تناسب صفر کے برابر ہے۔“

کسی بھی معاشرے کا امن بحال رکھنے اور بد امنی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے تاکہ آئندہ کسی کو بھی امن عامہ سے ہوتا اثر کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

اسلام نے انسداد جرائم اور قیام امن کے لیے، ادھوری اور غیر مؤثر کوشش نہیں کی بلکہ ایک جامع منصوبہ بنایا ہے اور اپنے قوانین حدود و تعزیرات میں ہر اس پہلو کا خیال رکھا ہے جو انسداد جرائم اور قیام امن کے لیے مؤثر ہو سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کے نظام فوجداری میں جرم و سزا کے مابین اس قسم کا اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے کہ جس کی مثال دنیا کے کسی بھی فوجداری نظام میں دستیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ جرم و سزا کے مابین توازن ہی کا نتیجہ ہے کہ جس معاشرے میں حدود و تعزیرات کی تنفیذ عمل میں آتی ہے وہاں سے یقینی طور پر جرائم کا خاتمہ ہو کر امن کا قیام یقینی ہو جاتا ہے۔ یہ تاریخ کا ایک آزمودہ تجربہ ہے۔

اسلامی نظام حدود و تعزیرات کی یہ خاصیت ہے کہ ان میں عبرت کا پہلو بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی جرم کے ثبوت پر اجرائے حدود یا نفاذ تعزیر کا موقع آئے تو اس وقت ایک وسیع میدان میں باقاعدہ اعلان کے بعد عوام الناس کے سامنے مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے تاکہ اس سے دیگر افراد کو عبرت حاصل ہو اور وہ ان اعمال خبیثہ کے تصور ہی سے گھن کریں جن کی پاداش میں تماشائے اہل کرم بننا پڑتا ہے۔ کھلے عام سزا دینے سے باقی افراد بھی ہوش کے ناخن لیتے ہیں اور جن کے قلوب و اذہان غلط خیالات سے پراگندہ ہو رہے ہوتے ہیں وہ فوراً خود کو سنبھال لیتے ہیں۔ گویا تنفیذ حدود و تعزیرات میں مجرموں کے لیے تنبیہ اور مومنوں کے لیے عبرت ہے۔ اسلام کے فوجداری نظام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس میں سزائوں کا نفاذ سرعام کیا جاتا ہے جبکہ دنیا کے باقی نظاموں میں حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے کہ سزا کو کسی بند کمرے میں نافذ کیا جائے تاکہ کسی معصوم ذات کو اس مجرم کی سزا سے ذہنی اذیت نہ اٹھانا پڑے حالانکہ اس قسم کی سزائوں سے جن میں مجرم کی ہیئت اور سزا کی کیفیت کا دوسروں کو علم ہی نہ ہو سکے، سزا کا اصل مقصد فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

قرآن کریم کی آیت

﴿وَلِيَشْهَدَ عَذَابُهُمْ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

سے خاص طور پر یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ محض سزا دینا ہی مقصود نہیں بلکہ اس کو عبرت کا

ذریعہ بنانا بھی مقصود ہے۔ اب بات صاف ہوگئی کہ سزا سے فرد کی اصلاح ہوگی اور اس سزا کی نمائش سے دیگر افراد معاشرہ عبرت پکڑیں گے۔“

اسلام نے مجرم کے لیے صرف سزا ہی کا تصور نہیں دیا کہ جرم کی پاداش میں مجرم کو ایک دفعہ سزا سنادی جائے اور بس! بلکہ اسلام کا تصور سزا یہ ہے کہ سزا بھی ہو اور ہو بھی عبرتناک۔ سزا کے عبرتناک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ایک عرصے تک خود مجرم اور دیگر افراد سبق حاصل کرتے رہیں کہ فلاں فعل بد یا فلاں جرم عظیم کی پاداش میں مجھے یہ سبق آموز اور عبرت انگیز سزا دی گئی ہے۔ لہذا اس کے تصور ہی سے عوام الناس میں خوف و ہراس پیدا ہو جائے اور سزا کی عبرتناکی اور سبق آموزی اپنا کام دکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ چوری کی سزا کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا ۗ وَاللَّهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

”چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، اللہ کی طرف سے یہ عبرتناک سزا بدلہ ہے، اس کا جو انھوں نے کیا، اور اللہ قوت و حکمت والا ہے۔“

یہ سزا مجرم کے لیے بھی عبرت ہے اور معاشرے کے دیگر افراد کے لیے بھی عبرت ہے۔ اللہ علیم و حکیم نے فطرت انسانی کے مطابق یہ عبرتناک سزائیں مقرر فرمائی ہیں،۔

”فطری تقاضوں کی تکمیل کے جائز طریقوں کے ہوتے ہوئے جو شخص غلط راستہ اختیار کرتا ہے اسلام اس کو عبرتناک سزا دیتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ جرم کا ارتکاب کر کے اس نے سراسر اپنے ساتھ زیادتی کی ہے بلکہ دیکھنے اور سننے والوں کو بھی اس سے ایسی عبرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس کے ارتکاب کی جسارت شاذ و نادر ہی کیا کرتے ہیں۔“

شرعی سزائوں کا تصور فطری ہے:

اسلام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ یہ نہ صرف معاشرے میں ہونے والے جرائم پر سزا کا مطالبہ کرتا ہے بلکہ یہ ان جرائم کی ہیئت کرنے کے ساتھ ساتھ مجرم کی اصلاح پر بھی زور دیتا ہے



کیونکہ اسلام انسانوں کی فلاح و صلاح کا مذہب ہے اور اپنی اخلاقی تعلیمات اور ترغیب و ترہیب کے ذریعے سے فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اقدامات کرتا ہے۔ اگر کوئی انسان ان ذرائع سے قابل اصلاح نہیں رہتا اور جرم کرنے سے باز نہیں آتا تو آخری حربے کے طور پر اسلام اسے سزا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات اگر کوئی مجرم قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی توبہ کر لیتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے تو قانون اسلامی کی رو سے اس پر سزا کا نفاذ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حراہ کے مجرموں کے بارے میں ارشادِ بانی ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

”ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پا لو تو یقین مانو کہ اللہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

یعنی اسلام کا مقصد سزا دینا ہی نہیں بلکہ مجرم کی اصلاح بھی ہے اور اگر مجرم قانون کے ہاتھ لگنے سے پہلے ہی توبہ کر لیتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اسلام نے ایسے مجرم سے صرف نظر کی تلقین کی ہے، بلکہ اسلام نے اصلاح کرنے اور توبہ کرنے پر مجرم کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے اور اسے بخشش کی نوید بھی سنائی ہے، چنانچہ چور کی سزا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ مَرِّعٍ ظَلَمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

”جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے۔ یقیناً اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود و تعزیرات کا ایک بہت بڑا مقصد مجرم کی اصلاح بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجرم کو ایک بہتر شہری بنانا اور اسے مزید مجرم بننے سے روکنے کا فلسفہ اسلام کا دیا ہوا ہے، اس کی شہادت آج سے ہزاروں سال پہلے جناب یوسف کی پیغمبرانہ سیرت میں ملتی ہے۔ لیکن آج المیہ یہ ہے کہ جو نعمت اسلام کی بدولت حاصل ہوئی ہے، اس کا سہرا مغربی

نام نہاد دانشوروں کے سر باندھنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو کہ سراسر حقائق کے خلاف ہے۔  
شرعی سزائیں گناہوں کا کفارہ:

اسلام میں حدود و تعزیرات کا تعلق صرف قانونی کارروائی اور سزا تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ قانون مسلمان کو صحیح معنوں میں اس کے رب کے قریب کر دیتا ہے۔ اگر کسی مجرم پر اس کے جرم کی سزا عائد کر دی گئی ہے تو یہ اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ بن گئی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب کی پردہ پوشی کر دی ہے تو اس کو توبہ کے ذریعے سے آخرت کی رسوائی سے بچنے کی بھی استدعا کرنی چاہیے۔ گویا حدود و تعزیرات کی تنبیہ سے ہر دو صورتوں میں ایک مجرم کو اصلاح و تربیت ہی کی ترغیب دی جاتی ہے۔

اسلام نے دراصل سزا کو تجویز فرما کر ایک قسم کا احساس ندامت، مجرم میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ احساس دراصل ایک وقت میں اس کو خود اقرارِ جرم اور اعترافِ گناہ پر آمادہ کرتا ہے کہ جب غلطی میری تھی تو مجھے اس پر اصلاح بھی کرنی چاہیے اور بعض اوقات تو وہ اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ اُس پر جرم کی سزا نافذ کی جائے، جیسا کہ احادیث میں حضرت ماعزؓ سلمی رضی اللہ عنہ اور غامدیہ عورت کا واقعہ ہے کہ انھوں نے بار بار آکر اپنے جرم کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اپنے اوپر شرعی سزا کے نافذ کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ماعزؓ سلمی نے آکر نبی اکرم ﷺ سے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد ظلمت نفسی و زنی و انی اريد ان

تطهرنی

”یا رسول اللہ! میں نے خود پر ظلم کیا ہے، میں زنا کر بیٹھا ہوں، لہذا میں چاہتا ہوں

کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔“

اور ایسے ہی کلمات غامدیہ عورت نے کہے:

یا رسول اللہ انی قد زنی و انی فطهرنی

”یا رسول اللہ! میں زنا کر بیٹھی ہوں، لہذا مجھے پاک کر دیں۔“

### شرعی سزاؤں کے فوائد و ثمرات:

حدود و تعزیرات کے فوائد میں ایک فائدہ معاشرے میں اخلاقِ حسنہ کا فروغ بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلامی نظامِ تعزیرات میں قریباً ہر وہ اقدام، قابلِ مواخذہ جرم متصور ہوتا ہے جس سے بد اخلاقی راہ پاتی ہو، فحاشی کو فروغ ملتا ہو اور برائی عام ہوتی ہو۔ بایں وجہ اسلام نے برائی کو سب سے پہلے ہاتھ سے روک دینے کی تلقین کی ہے۔

اسلام کے نظامِ حدود و تعزیرات سے ان اخلاقِ سوز اور حیا باخستہ اقدامات کا بھی سد باب کیا جاتا ہے جن سے ایک معاشرہ اجتماعی طور پر، بد اخلاق اور نامہذب معاشرہ بنتا ہے۔ گویا معاشرتی سطح پر اخلاقِ حسنہ کا فروغ بھی ایک حد تک حدود و تعزیرات ہی کا رہین منت ہے کیونکہ اسلام کا مقصد ایسے معاشرے کا قیام ہے جس میں ہمہ قسم کے افعالِ خبیثہ اور اعمالِ سیئہ کا خاتمہ ہو جائے اور ان کی جگہ محاسنِ جمیلہ اور خصائلِ حمیدہ لے لیں۔ اسلام نے اس معاشرے کے لیے جو اسکیم پیش کی ہے اسے عملی جامہ پہنانے میں روحانی تعلیمات اور اخلاقی آداب کے علاوہ اسلامی حدود و تعزیرات ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخلاقِ حسنہ کے فروغ کے لیے حدود و تعزیرات کی تنفیذ ایک لابدی امر ہے۔

### زمانہ جاہلیت اور اسلام کا سنہری دور:

رسول اللہ کی آمد سے قبل عرب معاشرے میں ہر وہ برائی پائی جاتی تھی جس کا شمار دنیا کے کسی بھی خطے میں انتہائی فحش اور بے ہودہ جرائم میں ہوتا تھا۔ عرب معاشرہ دنیا کا بدترین معاشرہ بن چکا تھا اس کی اصلاح احوال کے لیے پیغمبر اسلام کو مبعوث کیا گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ۲۳ سال کی انتہائی مختصر جدوجہد کے بعد وہی معاشرہ دنیائے انسانیت کے لیے نمونہ قرار پایا۔ یہ صرف اور صرف رسول اللہ کی مقدس تعلیمات اور اسلام کے نظامِ حدود و تعزیرات ہی کے برکات و فوائد تھے کہ عرب سے نہ صرف ہمہ قسم کی بد اخلاقی کا جنازہ نکل گیا بلکہ وہ اس اصلاح کے ثمرات و فوائد سے بھی آج تک فیضیاب ہو رہے ہیں۔

”دور نبوت سے قبل زمانہ جاہلیت میں قتل، راہ زنی، سود، جوا بازی، شرب نوشی، زنا کاری، عصمت فروشی، عریانی اور رقص و سرود وغیرہ عرب ثقافت شمار ہوتی تھی۔ اور انھی برائیوں کو فخر و مباہات اور شرافت و سیادت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا..... رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم و تربیت اور حدود و تعزیرات کے نفاذ کی وجہ سے ایک ایسا معاشرہ قائم کر دیا جو ہر لحاظ سے پاک اور صالح معاشرہ تھا قتل و غارت اور عداوت و رقابت کی جگہ اخوت و محبت اور رحمت و شفقت تھی۔ بے حیائی اور شراب نوشی، زنا کاری اور فحاشی کی جگہ شرم و حیا اور عفت و شرافت تھی۔

افراد معاشرہ ایک دوسرے کی آبرو کو شعائر اللہ کی مانند مقدس اور محترم سمجھتے تھے، غرضیکہ وہ سوسائٹی اسلام، خدا ترسی، پاکیزہ اخلاق، ایثار، غریب پروری اور امن و امان کی زندہ تصویر تھی۔

**قیام امن کے لیے اخلاقیات اور آداب کی تعلیم:**

کسی بھی معاشرے میں اخلاقِ حسنہ کی اولین بنیاد تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ اگر اولاد کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام نہ ہو تو نسل نو اخلاقی بے راہ روی اور جنسی بے اعتدالی کا شکار ہو جاتی ہے۔ زنا کاری سے پیدا ہونے والے بچے بھی معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ تعلیم و تربیت کے ناقص رہ جانے کی وجہ سے وہ جرائم پیشہ اور بد اخلاق بن جاتے ہیں اگرچہ اسلام نے اس قسم کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے احکام دیے ہیں جن کے والدین تک کا علم نہ ہو سکے۔ لیکن اسلام نے سد ذریعہ کے طور پر زنا ہی کو حرام قرار دے دیا ہے کہ نہ رہے بانس نہ بچے بانسری۔

الغرض ایک پاکیزہ، صالح اور پر امن معاشرہ اسلام کا ہدف ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں اخلاقیات، روحانیت اور امن و امان کو رشک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ دین اسلام نے افراد معاشرہ کے اخلاق سنوارنے اور انہیں روحانیت سکھانے اور امن قائم کرنے کے لیے تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ حدود و تعزیرات کی صورت میں ایک ایسا نظام دیا ہے کہ جس کے نتیجے میں وہ معاشرہ وجود میں آتا ہے جو اخلاقِ حسنہ کے فروغ اور انسدادِ جرائم کے لیے ایک زرخیز زمین کا کام دیتا ہے۔ اور فتنہ و فساد، قتل و غارت، چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوری جیسے بڑے بڑے جرائم کی شخ کٹی ہو جاتی ہے اور ہر شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو بھی محفوظ ہو جاتی ہے۔

## ہم امن سے کیوں محروم ہیں؟

جولوگ جنسی تعلیم کے فروغ، مسلمہ مذہبی اور معاشرتی پابندیوں کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہیں، درحقیقت وہ مغرب زدہ، مغربی تہذیب کے غلام اور انہی کے پروردہ ہیں۔ وہ مغربی ممالک میں ہونے والے بے شمار جنسی زیادتی کے واقعات جن کے نتیجے میں حقیقی ماں باپ کا ہی علم نہیں ہوتا، جیسے بھول ہی جاتے ہیں۔ گویا انہوں نے ایسے حقائق کو نظر انداز کر دیتے ہوئے ملک و قوم کو بدنام کرنے کی قسم کھائی اور دشمن سے ادھار کھایا ہوا ہے۔ یہی لبرل طبقہ ہے جو بزعم خود جدت پسند بنتا، اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتا، برائی کو عام کرتا، جنسی تعلیم کو فروغ دیتا ہے۔ ہمارے معاشرے کو مغرب رنگ میں دیکھنا اور رنگنا چاہتا ہے۔ جدید تعلیمی درس گاہوں کو اخلاقی قتل گاہیں بنا رہا ہے۔ یہی سماجی اخلاقیات کے قاتل اور باہمی آداب کے خلاف ایسے پروگرام چلا رہے ہیں جو بچے بچے اور ہر معصوم ذہن میں برائی کا داعیہ پیدا کرتے ہیں۔

ہم نے معصوم زینب کی آڑ میں حکومت، انتظامیہ اور پولیس کو بے شمار تیر کر کے خود کو خوش کر لیا ہے۔ مگر کسی نے اسٹیج ڈراموں، حیاء باختہ فلموں اور ٹی وی چینلز پر پیش کیے جانے والے پروگراموں پر کبھی توجہ دی؟ بعض سین تو محترم رشتوں اور ابدی حرام رشتوں کے درمیان معاشقے پر ہی مشتمل ہوتے ہیں۔ مقدس رشتوں کی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ پھر کمبلز اور انٹرنیٹ کی مدد سے ہر گھر تک مسلسل پہنچایا جاتا ہے۔

اللہ کی قسم! اس سارے عمل سے ہمارے نوجوان کو جنسی مریض بنایا جا رہا ہے، ہوش مگر کسی کو نہیں۔

ہم اللہ سے زیادہ ڈرنے کی بجائے امریکہ یورپ سے ڈرتے نہیں کہ ہمارے فنڈز بند نہ ہو جائیں۔ حکمران طبقہ دیکھتا ہے کہ یورپ اور تہذیب حاضر کار عمل کیا ہوگا؟ کیونکہ کٹھ پتلی حکمران جانتے ہیں کہ ایسا کیا تو قدامت پسند، حالات سے نابلد اور عہد حاضر کے تقاضوں سے نا آشنا قرار دیا جائے گا۔

شاید علامہ اقبال اسی بارے میں کہا تھا:

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا بآداں کنند..... تو نہ دانی اول آں بنیاد راویراں کنند  
(رومی نے فرمایا: جب پرانی عمارت کو تعمیر کرنا مقصود ہو تو پہلے اس کی بنیادیں مسمار کی جاتی ہیں)

اقبال نے تہذیب حاضر اور مغربی کلچر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:  
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں..... نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے  
الکشن، ممبری، کونسل، صدارت..... بنائے خوب آزادی نے پھندے  
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ... .. نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے